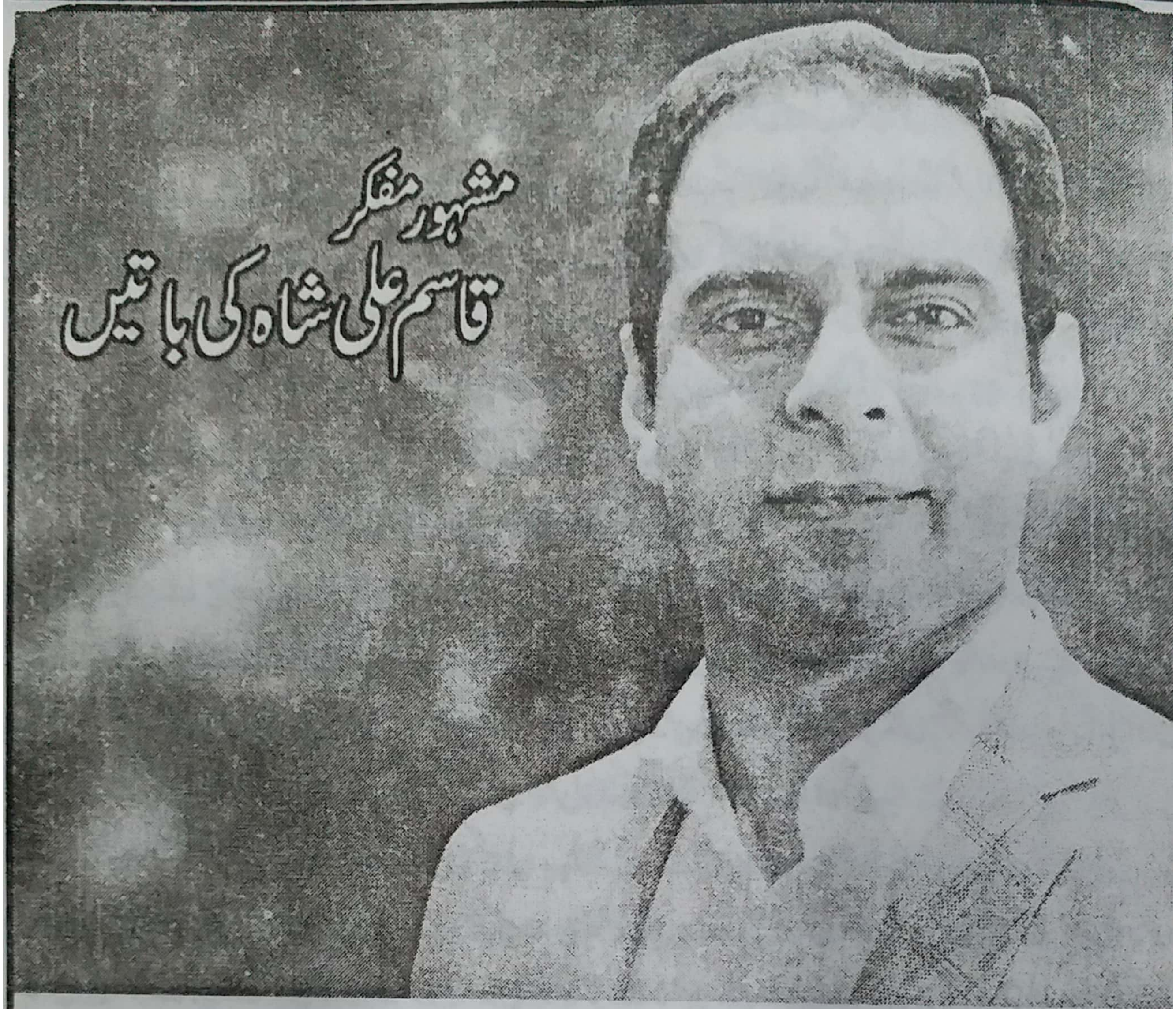

مشہور مفکر

قاسم علی شاہ کی باتیں

بہت کم ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کے لبوں سے نکلی ہوئی بات اثر رکھتی ہے اور جن لوگوں کو یہ وصف ملتا ہے وہ یقیناً خاص لوگ ہوتے ہیں جنہیں اصلاح، بہتری اور تربیت کا مشن سونپا جاتا ہے۔ سید قاسم علی شاہ بھی ایسے ہی لوگوں میں شامل ہیں جن کی باتیں سُننے کے لیے لوگ جوق در جوق چلے آتے ہیں۔ وہ گذشتہ 16 برس سے تعلیم و تربیت کے شعبے سے منسلک ہیں۔ خود بہترین لوگوں سے فیض حاصل کرنے کے بعد اب وہ بے شمار لوگوں کو تربیت دے چکے ہیں۔

ان میں اساتذہ، ہیڈ ماسٹرز، یونیورسٹیوں کے پروفیسرز، پولیس اور افواج پاکستان کے اہلکار اور بہت سے دیگر شعبوں کے لوگ بھی شامل ہے۔ مختلف مارکیٹنگ کلبوں اور لٹریری کلبوں کے رُکن ہیں۔ اب تو مختلف کمپنیاں انھیں اپنے ملازمین کی تربیت کے لیے اُنھیں بُلاتے ہیں۔

اُن کی کتابیں اور ویڈیوز مقبولیت کے ریکارڈ قائم کرچکی ہیں۔

آیئے آپ بھی اُن کی باتوں میں شامل ہوجایئے اور اُن کے الفاظ کی تاثیر دیکھئے۔ یہ الفاظ بہت سے لوگوں کی زندگیاں بدل چکے ہیں اور بدل رہے ہیں۔

(ایڈیٹر)

Scanned by CamScanner

سوال: کچھ بچپن کی یادہ تازہ کرتے ہیں؟

جواب: میرا تعلق گجرات کے ایک گاؤں سے ہے، وہیں پیدائش ہوئی پھر فیملی لاہور آ گئی۔ لاہور کی فضا نے میرے لئے بہت آسانیاں پیدا کیں کیونکہ میرا کتاب، مصنف، ادیب، شاعر اور فن کیساتھ لگاؤ تھا۔ وہ لوگ جن کا آواز اور قلم کیساتھ تعلق تھا انہیں آئیڈیل سمجھتا تھا۔ میں تخیل کی دنیا میں رہنے والا انسان تھا۔ اسلامیہ کالج سول لائنز سے ایف ایس سی کرنے کے بعد ہیومن ریسورسز مینجمنٹ میں ایم بی اے کیا۔ پڑھانے کا مجھے شروع سے جنون تھا جس نے میرے لئے بہت آسانیاں پیدا کیں۔ آغاز تو بچوں کو پڑھانے سے کیا تھا۔ اب حکومت کے پانچ بڑے اداروں پنجاب جوڈیشل اکیڈمی، انجینئرنگ اکیڈمی اور ڈائریکٹوریٹ سٹاف میں بھی پڑھا رہا ہوں۔ پنجاب کے تمام ہیڈ ماسٹرز، ڈی ای اوز اور ای ڈی اوز مجھ سے پڑھ چکے ہیں۔ بیوروکریٹس اور ایڈمنسٹریشن کے لوگوں کو بھی پڑھاتا ہوں۔ اس طرح جھگی کے بچوں سے لے کر فوجی آفیسرز تک ہر سطح اور ہر پلیٹ فارم پر اعزازی لیکچرز دینے کا اعزاز حاصل ہے۔ حال ہی میں دبئی کی پاکستانی ایسوسی ایشن کی دعوت پر 11 سیشنز میں لیکچرز دے کر آیا ہوں کارپوریٹ سیکٹرز میں بھی ملازمین کی کارکردگی بہتر کرنے کیلئے لیکچرز دیتا ہوں۔

سوال: پُرکشش جاب چھوڑ کر ٹیچر ہی کیوں بنے؟

جواب: ایک چیز ہوتی ہے خودشناسی جو بہت جاندار چیز ہے۔ جیسے ہی آپ خود کو پہچانتے ہیں اور خود شناسی کی طرف بڑھتے ہیں تو فیصلہ کرنا آسان ہو جاتا ہے۔ میرے لئے اللہ نے بڑی آسانی پیدا کی اور میں جلد سمجھ گیا کہ مجھے بولنے اور نئے نظریات سیکھنے یا سکھانے کا شوق ہے۔ میں اچھا سول سرونٹ نہیں بلکہ اچھا ٹیچر بن سکتا ہوں اس لئے سروس چھوڑ کر اس طرف آ گیا کیونکہ میں خود کو سروس میں ضائع نہیں کرنا چاہتا تھا۔ سیکھنا اور سکھانا ایک پورا عمل ہے واصف علی واصف کہا کرتے تھے کہ مکھی جس طرح پہلے رس چوستی ہے اور بعد میں شہد بناتی ہے اسی طرح دانا دانائی کو تخلیق کرتا ہے اور یوں دانائی کا عمل بن جاتا ہے۔ یوں خود شناسی نے میرے رجحان کو بہت واضح کر دیا اور میرے لئے منزل کا تعین کرنا بہت آسان ہو گیا۔ جس طرح قطب نما سمت کا تعین کرتا ہے اسی طرح میرا ماننا ہے کہ ہر بندے کے اندر بھی ایک قطب نما ہوتا ہے لیکن ہم اس پر بہت زیادہ گرد ڈال دیتے ہیں، رسم و رواج کی گرد زمانے کے رجحانات کی گرد لوگوں کے کہے ہوئے جملوں کی گردیوں ہم اپنے دل کے قطب نما کی طرف دھیان نہیں دیتے۔ میں اس معاملے میں شروع سے بہت کلیئر رہا ہوں۔ جب ابھی یہ شعور بھی نہیں تھا کہ تہجد کیا ہوتی ہے اور اللہ سے بات کرنا کیا ہوتا ہے۔ تب بھی کبھی کبھی رات کی تنہائی میں اللہ سے دعا مانگنے کا موقع ملتا تو ایک تڑپ ہوتی تھی۔ رو رو کر دعا مانگتا تھا کہ اللہ میاں مجھے وہ کام دے جس کیلئے تُو نے پیدا کیا ہے۔ تُو غفور الرحیم ہے اور تیرا کیا جاتا ہے اگر تُو اس بندے سے کوئی کام لے لے گا۔ ان دعاؤں کا ہی شاید نتیجہ تھا کہ میں جلد خود شناس ہو کر فیصلہ کرنے کی طرف چلا گیا کہ مجھے زندگی میں کرنا کیا ہے۔

Scanned by CamScanner

سوال: اشفاق صاحب اور واصف علی واصف سے ملاقاتیں رہی ہیں؟

جواب: اشفاق صاحب کے قدموں میں بیٹھنے کا موقع ملا ہے لیکن واصف علی واصف سے کبھی مل نہیں سکا۔ اس کے باوجود انہیں استاد اور مرشد مانتا ہوں۔ ان کی فکر نے ہمیشہ میری سمت نمائی کی ہے میری سوچوں کو لگام دی ہے اور سوچوں کے دھاروں کو بدلا ہے بلکہ سچ کہوں تو زندگی میں یکسوئی وہیں سے ملی ہے۔

سوال: آپ ذہنی اور نظریاتی طور پر لبرل ہیں، رجعت پسند ہیں یا پھر صوفی ہیں؟

جواب: انسان کو اپنے مزاج میں سچا ہونا چاہئے جب آپ سچے ہوتے ہیں تو سائنسدان ہوتے ہیں اور کوئی بھی نظریہ کھڑا کر کے اس نظریئے کی نفی کر سکتے ہیں اور سچ کی تلاش میں نکل پڑتے ہیں اس میں باؤنڈری لائن مذہب دیتا ہے۔ میرا ایمان اور وجدان ہے کہ ہر وہ چیز جو انسانی ذہن سوچ سکتا ہے میرے دین نے اس کا جواب دیا ہے۔ میں جب بھی عشق کے لائق کوئی ذات گرامی تلاش کرتا ہوں تو حضورؐ سے بہتر کوئی اور ذات ملتی ہی نہیں ہے۔ میں نے رچرڈ ڈاکسن سے لے کر دنیا کے تمام دہریوں کے نظریات پڑھے ہیں مگر اللہ سے بہتر معبود نہیں ملا۔ میں اللہ کی ذات کو رسول اللہ ﷺ کے تعارف سے جانتا ہوں وہ اتنا خوبصورت تعارف ہے کہ اس سے بہتر ذات عبادت کیلئے ڈھونڈ ہی نہیں سکا۔ رہ گئی اس میں گنجائش کی بات تو میں شدت پسند نہیں ہوں۔ میرے مذہب نے سختیاں نہیں آسانیاں پیدا کی ہیں۔ شدت کو منع کیا ہے اور محبت کا درس دیا ہے۔ اسے یوں کہہ لیں کہ یہ سارا صوفی ازم ہے میرے اردگرد ہر مکتبہ فکر کے لوگ ہیں لیکن میں ان کیساتھ محبت اور شفقت سے پیش آتا ہوں، کسی کے عقیدے پر سوال نہیں اٹھاتا۔ میرا نظریہ ہے دنیا کی سب سے بڑی تبلیغ محبت ہے اگر آپ کسی کو بے لوث محبت نہیں دے سکتے تو پھر تبلیغ کا حق نہیں بنتا۔ تبلیغ صرف باتوں کا نہیں اخلاق اور رویئے کا نام ہے۔ میری فکر کی آزادی کو لگام دینے والا میرا دین ہے۔ اگر قرآن و حدیث نہ ہوتی تو شاید میری فکر بہک جاتی۔ میرے نظریات مجھے گمراہ کر دیتے اور میری فکر کسی ٹھکانے نہ لگتی۔ ایک سچے انسان کو ایک ملا بھی ہونا چاہئے لیکن وہ ملا نہیں جس پر اقبال تنقید کرتا ہے۔ ایک سچے انسان کو صوفی ہونا چاہئے اور صوفی کی طرح انسانوں سے محبت کرنی چاہئے۔ سچے انسان کو اپنی فکر کی آزادی کو بھی انجوائے کرنا چاہئے لیکن حدود میں رہتے ہوئے۔ سچے انسان کو خدا کی حاکمیت اور ختم نبوت کو بھی ماننا چاہئے۔

سوال: یہ رجحان دوسرے بہن بھائیوں میں بھی تھا؟

جواب: جب بھی آپ کوئی نیا سفر شروع کرتے ہیں تو آپ کو ایکسپیشن کا احساس ہونے لگتا جو کھمبی کی طرح ہوتی ہے اور اس کے اُگنے کا کوئی فارمولا نہیں کہ یہ کہاں اُگے گی، یہ کھیت میں کہیں بھی اُگ سکتی ہے۔ میں دعویٰ نہیں کر سکتا کیونکہ میں ایک عام انسان ہوں لیکن میرا ماننا ہے کہ تمام ڈیوٹی والے لوگوں کی اللہ تعالیٰ باقاعدہ پرورش کرتا ہے، انہیں اوپینین میکر اور زمانے کے رجحان کے مطابق تیار کرتا ہے کہ

Scanned by CamScanner

اس تکوار میں وہ کاٹ پیدا کرنی ہے۔ محنتی اور ایماندار تو سب ہوتے ہیں لیکن رجحان کھمبی والا معاملہ ہوتا ہے۔ یہ رجحان کھمبی کی طرح 6 بہن بھائیوں میں مجھے ہی ملا ہے۔

سوال: والد کیا کرتے تھے؟

جواب: وہ واپڈا سے بطور سٹینو ریٹائر ہوئے۔ انہوں نے ساری زندگی دو نوکریاں کیں۔ میں انہیں کہتا کہ ایک نوکری کیوں نہیں کرتے تو جواب دیتے کہ ایک نوکری میں بھی تمہیں پال سکتا ہوں لیکن تمہیں حرام کھلانا پڑے گا میں تمہیں حرام سے بچانے اور حلال کھلانے کیلئے دو نوکریاں کرتا ہوں۔ اب میں جب سٹینو گرافرز کو پڑھانے جاتا ہوں تو والد کہتے ہیں کہ انہیں یہ ضرور بتانا کہ دنیا میں دو طرح کے سٹینوز ہوتے ہیں ایک ایماندار اور دوسرے بے ایمان۔ ایماندار کی بڑی مشکل سے پوری پڑتی ہے لیکن اللہ انہیں نیک اولاد کی شکل میں اجر دے دیتا ہے۔ بے ایمان کو دولت کی فراوانی ملتی ہے لیکن اولاد مؤدب نہیں ہوتی۔

سوال: خود کو منوانے کے جنون میں سول سروس چھوڑی تو فیملی کی طرف سے پریشر تو نہیں تھا؟

جواب: مجھ پر ہمیشہ سے پریشر رہا ہے۔ سستی کاہلی بھی آئی ہے' بہت سی کوتاہیاں بھی ہوئی ہیں' ڈی ٹریک بھی ہوا ہوں' غلطیاں بھی ہوئیں لیکن اب سمجھ آئی ہے کہ وہ غلطیاں بھی سکھانے کیلئے تھیں۔ اگر قدرت غلطیاں نہ کرواتی تو میں کیسے سیکھتا' سیکھنے کا رجحان ہمیشہ غلطی سے پیدا ہوا ہے۔ میں اکثر کہتا ہوں کہ غلطی سب سے بڑا استاد ہے۔ مجھے تنقید شروع سے سننی پڑی ہے۔ میں یو ای ٹی میں پڑھ رہا تھا لیکن چھوڑ دیا جس پر بہت تنقید ہوئی لیکن آج اسی یونیورسٹی میں پڑھانے جاتا ہوں تو میرے لئے ہزاروں بچے تالیاں بجاتے ہیں جس پر بہت خوشی ہوتی ہے کہ اللہ نے میرے فیصلوں میں برکت ڈالی ہے۔ وہ 18 بار مجھے اعزازی طور پر لیکچرز دینے کیلئے بلا چکی ہے بلکہ مجھے فیکلٹی کو تربیت دینے کے لئے بھی کہا گیا ہے۔ یہ سب اللہ کا کرم ہے کہ مالک نے جہاں شعور دیا تو وہیں اس شعور کی لاج بھی رکھی ہے۔

سوال: مایوسی کے لمحات بھی آئے؟

جواب: کئی بار آئے ہیں بہت سی راتیں ایسی ہیں جن میں کرب اور تکلیف کے آنسو ہیں۔ انسان کا دل چھوٹا ہوتا ہے لیکن وقت کیساتھ تنقید سننے کا حوصلہ پیدا کیا ہے۔ انسانوں کا گلا بھی لے کر چلتا رہا لیکن اب سب کا شکریہ ہے اگر یہ سب نہ ہوتے تو شاید میں آگے نہ بڑھ پاتا۔ اللہ ان کو بھی بہترین رستے اور بہترین مقام دے۔ لوگ تنقید سے ڈر کر بھاگ جاتے ہیں یا رُک جاتے ہیں لیکن میری زندگی میں آنیوالی تنقید میرا جنون بنتی رہی۔ ساری تنقید میرے کام میں بدلتی رہی اور اب میں جو کہتا ہوں اس سے زیادہ کام کرنے کا عادی ہو چکا ہوں کیونکہ زیادہ کام سے ہونیوالی تھکاوٹ میرا انعام ہے۔

سوال: Motivational Speeches کیلئے آئیڈیاز کہاں سے لاتے ہیں؟

جواب: پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ موٹیویشنل تقاریر کیوں ہیں؟ ناامیدی کفر ہے' میں نے تین تھیمز پر

کام کیا ہے۔ پہلا تقسیم امید ہے جسے کفر مٹانے کی کوشش سمجھتا ہوں۔ ناامیدی پیدا کرنیوالے بہت سے محرکات ہیں لیکن امید دینے والے بہت تھوڑے ہیں۔ میری موٹیویشنل ویڈیوز نے جگہ بنالی ہے اور بچہ بچہ انہیں دیکھ چکا ہے۔ میں دبئی گیا تو آرگنائزر نے کہا کہ آپ فلموں میں تو کام نہیں کرتے کیونکہ بچہ بچہ آپ کو فلمی ہیرو کی طرح مل رہا ہے' میں نے کہا میں ایک سچی فلم پر کام کر رہا ہوں جو امید کی فلم ہے۔ اس تقسیم پر جو بھی کام کرے گا اللہ عزت دے گا کیونکہ یہ کفر مٹانے کا کام ہے۔ میرا دوسرا تقسیم پاکستانیت ہے۔ ہمیں اس وقت شیعہ' سنی' بریلوی یا وہابی کی بحث چھوڑ کر پاکستانیت پر کام کرنے کی ضرورت ہے۔ یہاں کوئی لوگوں کو سندھی بنا رہا ہے کوئی پنجابی تو کوئی شیعہ سنی۔ میں لوگوں کو پاکستانی بنانے کے مشن پر ہوں۔ تیسرا میں نے چھوٹی چھوٹی اقدار پروموٹ کی ہیں جن میں والدین کا ادب ہے' بہنوں کا احترام ہے اور ایسی دوسری باتیں ہیں جب ہم خود کو پابند کر لیتے ہیں کہ صرف کلاس روم میں ہی سیکھا جاتا ہے تو ہم خود کو محدود کر لیتے ہیں۔ آپ سمندر چھوڑ کر قطرے پر اکتفا کر لیتے ہیں میں ٹیکسی والے اور رکشے والے سے بھی سیکھتا ہوں راج مستری سے بھی سیکھتا ہوں کہ ان لوگوں کے پاس لوکل وزڈم ہے اصل وزڈم تو جگ بیتی اور ہڈ بیتی میں ہے باقی تو صرف کتابیں ہیں۔ جو اپنا درد بیان کر رہا ہے اس سے بڑا سچا اور کون ہو سکتا ہے؟ میں نے اپنے لیکچرز کو اپنے کلچر سے جوڑ دیا اور اسی لئے مجھے فیڈ بیک پڑھے لکھے طبقے کے علاوہ عام لوگوں میں بھی بہت ملا ہے۔ اصل میں بعض باتیں آپ کی ہوتی ہیں نہ میری ہوتی ہیں بلکہ وہ سچی ہوتی ہیں اور سچی بات سب کی ہوتی ہے۔

سوال: اپنا پیغام عام کرنے کے لئے سوشل میڈیا ہی کیوں منتخب کیا؟

جواب: لوگ سوشل میڈیا کو انٹرٹینمنٹ کیلئے استعمال کرتے تھے' میں نے سکھانے کیلئے استعمال کیا ہے' معاشرے میں استاد تو بہت ہیں لیکن وہ صرف پڑھانے میں مصروف ہیں رہنمائی کوئی نہیں کرتا میں نے اس کمی کو پورا کیا ہے۔

سوال: محض متاثر کن گفتگو سے لوگوں کے انداز فکر اور انداز زندگی میں تبدیلی لائی جا سکتی ہے؟

جواب: دنیا میں تین طرح کے لوگ ہیں۔ پہلی قسم رُکے ہوئے لوگوں کی ہے۔ ان میں امید ہے نہ وہ کچھ کرنا چاہتے ہیں' جو لگا بندھا نظام چل رہا ہے اسی کو قبول کر لیتے ہیں۔ یہ بہت بڑی تعداد ہے بلکہ کروڑوں میں ہے۔ 100 سال میں بھی ان کی زندگی میں تبدیلی نہیں آتی۔ یہ حالات کے رحم و کرم پر ہوتے ہیں کہ وقت بدلے گا تو ہم بھی بدل جائیں گے دوسری قسم ایسے لوگوں کی ہے جو ذہین ہوتے ہیں لیکن بات قبول نہیں کر سکتے۔ آخر میں ایسے لوگ آٹے میں نمک کے برابر رہ جاتے ہیں جنہیں کوئی راستہ نہیں ملتا اور میری ویڈیو ایسے لوگوں کیلئے ہیں جنہوں نے بعد میں بہت سے لوگوں کو ڈائریکشن دینی ہے۔ میری ویڈیوز ایک کوشش ہے کہ لوگوں کو اچھے کاموں پر اکسایا جائے۔ یہ محض باتیں ہیں لیکن تاثیر صرف اللہ کی طرف سے ملتی ہے۔ باتیں تو منبر پر بیٹھ کر صدیوں سے ہو رہی ہیں باتیں مجلسوں میں بڑی

Scanned by CamScanner

ہو رہی ہیں لیکن اللہ نے میری باتوں میں تاثیر ڈال دی ہے وہ اس کے کرم کے سوا اور کچھ نہیں ہے۔ ملا کی بات میں تاثیر نہیں لیکن فقر کے راستے پر چلنے والے کی بات میں اللہ تاثیر ڈال دیتے ہیں۔ یہ تاثیر اللہ کا انعام ہے انسان لکھ سکتا ہے' بول سکتا ہے' کہہ سکتا ہے' یہ اللہ کی طرف سے ہے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں جاتی ہے یا نہیں۔

سوال: اپنے مشن میں کامیاب رہے ہیں؟

جواب: میں زندگی کو رومی کے اس جملے کی مانند سمجھتا ہوں کہ یہ دریا کی طغیانی اور ندی کے بہاؤں کی طرح چلنی چاہئے یہ پھول کی خوشبو' ہوا کی لہر اور سورج کے چمکنے کی طرح چلنی چاہئے اس کا انجام نہیں ہے۔ منزل تو دنیا دار کی ہوتی ہے فقر کا تو ایک قطرہ آپ نے پیا ہو تو منزلوں سے آزاد ہو جاتا ہے۔ فقر میرے مزاج میں ہے اور میں سمجھتا ہوں کہ چلتے جانے کا نام ہی زندگی ہے اور جہاں پر اختتام ہو گیا وہی انجام ہے۔ جس آخری تعارف کے ساتھ چلے جائیں گے وہی تعارف ہو گا۔ وہ اچھا یا بُرا ہے یہ تو اللہ کو پتہ ہو گا۔

سوال: مثبت انداز فکر زندگی میں کامیابی کیلئے کس حد تک ضروری ہے؟

جواب: دنیا اس تحقیق کو مان چکی ہے کہ دنیا میں مواقع زیادہ مثبت لوگوں کیلئے ہیں منفی لوگوں کیلئے بہت کم مواقع ہیں کیونکہ وہ اپنی زندگی بہت محدود کر لیتے ہیں جبکہ مثبت لوگ چاہے ایک ہو لیکن قافلہ اور کارروان بنتا چلا جاتا ہے جس نے محبت سے لوگوں کے دلوں میں جگہ بنائی ہو وہ کبھی اکیلا نہیں رہ سکتا اس کے اردگرد ہر جگہ میلہ لگ جاتا ہے۔ میں نے ویرانوں میں پھر کے دیکھا ہے وہاں بھی لوگ مل جاتے ہیں مثبت لوگوں کا گمان اللہ کی طرف سے اچھا رہتا ہے کہ میرا رب اچھا ہی کرے گا جبکہ منفی لوگوں کی سوچ ہی محدود ہوتی ہے۔

سوال: ہر بندہ مستقبل محفوظ بنانے کی فکر میں ہے' آپ میں قناعت پسندی کیسے آئی؟

جواب یہ بڑا آسان کلیہ ہے۔ زندگی میں کچھ کرنا ضروری نہیں ہوتا جتنا یہ ضروری ہوتا ہے کہ کرنا کیا ہے؟ میں ترجیحات کا قائل ہوں اور میں نے ترجیحات کا تعین جلدی کر لیا تھا ہم چھوٹا سا فنکشن ترجیحات کے تعین کے بغیر نہیں کرتے لیکن زندگی' جس کے دوبارہ ملنے کا کوئی چانس ہی نہیں' اسے ترجیحات کے تعین کے بغیر کیسے گزارا جا سکتا ہے۔ نوکری میرے مزاج کیخلاف ہے لیکن اللہ کا پھر بھی کرم ہے اور اس نے ہمیشہ نوازا اور ضرورت سے زیادہ ہی دیا ہے۔ یہ اللہ کی کرم نوازی ہے کہ اس نے نہ صرف فیصلے کرنے کی توفیق دی بلکہ ان پر استقامت بھی دی ہے۔ مجھے اب بھی بہت اچھی جابز کی آفرز ہیں لیکن اس وقت پاکستان کو ایک اچھے پاکستانی کی ضرورت ہے جو سب کا ہو۔ جب آپ کسی ایک ادارے کے ہو جاتے ہیں تو سب کے نہیں ہو سکتے۔ انسان جب سب کا ہوتا ہے تو بات بنتی ہے' کسی ایک کا ہو کر بہت سے رستے بند ہو جاتے ہیں۔ میرا ایجنڈا پاکستانیت ہے اور میں اس ایجنڈے پر چل رہا ہوں۔

Scanned by CamScanner

سوال: ہر طرف ایوارڈز ہی ایوارڈز ہیں، بیگم کا کیا ردعمل ہوتا ہے؟

جواب: سچی بات بتاؤں وہ بہت تنگ ہیں اور جب بھی کوئی ایوارڈ ٹوٹتا ہے تو خوشی ہوتی ہے جتنے ایوارڈ نظر آرہے ہیں اتنے ہی ابھی بند پڑے ہیں۔

سوال: کریکٹر بلڈنگ میں سب سے ضروری، توانا اور مضبوط کردار کس کا ہوتا ہے؟

جواب: کردار سازی میں دو چیزیں ہوتی ہیں ایک ریشنل ایکسپرینس ہوتا ہے، میں نے جلد بے شمار غلطیوں اور تجربات سے سیکھ لیا تھا کہ بہت سی چیزیں ایسی ہیں جس پر توانائی ضائع نہیں کرنی۔ اس میں عورت بھی ہے، لالچ بھی ہے، عہدہ بھی ہے۔ اگر کسی کے پاس کھربوں روپے ہوں اور اسکے پاس سینکڑوں لونڈیاں بھی ہوں لیکن 100 سال بعد وہ نہیں ہوگا۔ 100 سال بعد پھر کسی بلھے شاہ، وارث شاہ، واصف علی واصف اور کسی اشفاق احمد کا نام ہوگا یہ کیوں ہوگا؟ وہ اپنے دور کے سیٹھ تو نہیں تھے۔ مجھے باؤلے کتے نے کاٹا ہے کہ میں گھاٹے کا سودا کروں گا۔ گھاٹے کا سودا یہ ہے کہ وہ معاملات جن کی ذمہ داری میرے اللہ نے لی ہے ان کی میں فکر کروں۔ میری اللہ سے یہی دعا ہے کہ وہ میری من کی فکریں ختم ہی کردے وہ وعدہ کرتا ہے کہ وہی رازق ہے تو میری ٹینشن کیوں ہے۔ عزت وہ دیتا ہے تو میری ٹینشن کا ہے کی، رستے وہی دیتا ہے تو میں کیوں فکر کروں، وہ وعدہ کرتا ہے کہ میرے سمیع و بصیر ہونے کا معیار یہ ہے کہ میں کالی رات میں کالے پہاڑ کے کالے پتھر کے نیچے کالے کیڑے کے قدموں کی چاپ سن سکتا ہوں تو میرے دل کا حال کیوں نہیں سن سکتا۔

سوال: آپ کی ایکسپرٹیز کیا ہیں؟

جواب: میری دو ایکسپرٹیز ہیں ایک ٹریننگ اور دوسری کونسلنگ۔ کونسلنگ میں ہر عمر اور ہر حیثیت سے تعلق رکھنے والا شخص آپ کے سامنے اپنا مسئلہ بیان کرتا ہے۔ میں حیران ہوتا ہوں کہ لوگ بڑے بڑے عہدوں کے باوجود مسئلوں کا شکار ہیں اور تکلیف میں ہیں۔ اگر مال واسباب سے سکون قلب ملتا تو ان لوگوں کو ملنا چاہئے تھا لیکن وہ پھر کسی فقیر کے پاس آتے ہیں، میں نے لوگوں کو ایسی قیمتی گاڑیوں میں آتے دیکھا ہے جو میں نے پہلے کبھی نہیں دیکھیں لیکن ان کا مسئلہ سنا تو حیران ہوگیا کہ انہیں رات کو نیند نہیں آتی۔ ان کے جانے کے بعد سجدے میں سر رکھ کے رب کا شکر ادا کیا کہ مالک تُو مجھے فطری نیند تو دے دیتا ہے ایسی نیند جو ہر بندے کا حق ہے۔ میں ایسی کامیابیوں سے پناہ مانگتا ہوں جو مجھے بے سکون اور اپنوں سے دُور کردیں۔ جو زندگی کو مشین بنا کر میرا اطمینان چھین لیں اور جو اللہ کی رضا کیخلاف ہوں۔ انسان کپڑوں کے سو جوڑے رکھ کر بیٹھ جائے پہن تو ایک ہی سکتا ہے۔ خواہش کی زندگی بہت تھوڑی ہوتی ہے آپ دنیا کے کسی بھی نشے کو ہر وقت برقرار نہیں رکھ سکتے جب ہر چیز کی حد ہے تو میں کسی ایسے سرور کو تلاش کیوں نہ کروں جو کبھی ختم نہیں ہوتا، ایسے سودے کی بات کیوں نہ کروں جس میں گھاٹا ہے ہی نہیں، ایسے در پر کیوں نہ ماتھا ٹیکوں جہاں سے بندہ کبھی مایوس نہیں جاسکتا۔

Scanned by CamScanner

سوال: برین واشنگ مثبت یا منفی دونوں طرح سے ہوسکتی ہے۔ ان کے انداز میں بنیادی فرق کیا ہے؟

جواب: میں تخریب اور شدت پسندی کیخلاف ہوں میرے نزدیک محبت بڑے بڑے مسئلوں کا حل ہے۔ ایک انسان کو معیاری انسان بنانے کا عمل بہت آہستہ ہے۔ ہم بنیاد کے پتھر ہیں شاید کبھی ہمارا نام بھی نہیں ہوگا لیکن کہیں بنیاد میں ضرور پڑے ہوں گے۔ پاکستان اور پاکستانی واقعی عشق کے قابل ہیں۔ اس ملک میں کچھ تو ہے کہ ساری دنیا کی طاقتیں اس کے پیچھے پڑی ہیں۔ واصف علی واصف کا قول ہے کہ حاسد ہمارا پہلا معترف ہوتا ہے اور جب اس سے برداشت نہیں ہوتا تو جیلس ہوجاتا ہے۔ میرے ملک میں کچھ تو ہے کہ وقت کا کفر اس کو مٹانا چاہتا ہے لیکن وہ یقیناً ناکام ہوگا۔ پاکستان نور ہے اور نور کو زوال ہو ہی نہیں سکتا۔

سوال: کامیابی کا پیغام لکھنے کا آئیڈیا کیسے آیا؟

جواب: قلم میرے ہاتھ میں تھا' اخبارات میں مضامین لکھتا رہا کیونکہ میری کوشش تھی کہ پرسنل ڈویلپمنٹ اور امید کی باتیں پھیلیں' کرتے کرتے کتاب آگئی پھر ویڈیوز آگئیں میرے پاس پیغام تھا لیکن میڈیم نہیں تھا۔ چینلز کے چکر لگا۔ ئے لیکن مثبت جواب نہیں ملا۔ پھر ایک سستا سا کیمرہ اور ٹرائی پوٹ خریدا اور ویڈیوز سوشل میڈیا پر اپ لوڈ کرنا شروع کردیں اس طرح میری کامیابی کی داستان بہت محدود وسائل کیساتھ شروع ہوئی۔ ہم نے ساڑھے سات سو ویڈیو بنا کر اپ لوڈ کردیں لاکھوں لوگوں نے انہیں سنا اور پسند کیا' پہلے میں تیس' چالیس منٹ کی ویڈیو بناتا تھا پھر دو سے تین منٹ کی ویڈیو پر چلا گیا' جب یہ ویڈیوز اپ لوڈ کیں تو پہلی ویڈیو ہی وائرل ہوگئی اور 25 لاکھ تک چلی گئی۔ دوسری ویڈیو اٹھارہ لاکھ تک گئی۔ ''کامیابی کا پیغام'' کے بعد دوسری کتاب ''آپ کا بچہ بھی کامیاب ہوسکتا ہے'' کا بھی بہت اچھا رسپانس رہا۔

سوال: انسانوں میں تبدیلی کی آپ کے خیال میں کون سی عمر آئیڈیل ہوتی ہے؟

جواب: اس میں کئی تھیوریز ہیں کوئی قانون نہیں ہے۔ اگر تبدیلی کی عمر بچے کے ساتھ ہی منسوب ہوتی تو رسول اللہ ﷺ کبھی عرب معاشرے میں نہ آتے۔ ہر عمر اور ہر مزاج کے شخص کی زندگی تبدیل ہوتی ہے۔ آپ ﷺ کے سچ میں اتنی طاقت تھی کہ تبدیلی آگئی۔ پتہ نہیں ہوتا کہ کس وقت کس میں تبدیلی آجائے۔ ہمارے معاشرے میں تبدیلی لانے والے عوامل بہت کم ہیں ہم تبدیلی کے نعرے بھی لگاتے ہیں لیکن سوچ' عمل اور فکر میں تبدیلی نہیں لاتے جو اصل تبدیلی ہے۔ ہم نے قوم میں تربیت کے پہلو کو ختم کردیا ہے۔ اس ملک کا سب سے بڑا دشمن وہ ہے جس نے نمبروں کی گیم میں لگایا ہے۔ انہوں نے ڈاکٹرز' انجینئرز اور انٹری ٹیسٹوں کے چکر میں خود تو کروڑوں بنا لئے لیکن ستم یہ کیا کہ ہم جیت کر بھی ہار جاتے ہیں۔ کتنا بڑا دھوکہ ہے کہ ڈاکٹر بننے کے بعد پتہ چلتا ہے کہ ہم نے تو ڈاکٹر بننا ہی نہیں تھا پھر

Scanned by CamScanner

مزاج میں قصائی پن آجاتا ہے کہ پڑھائی پر خرچ ہونیوالے پیسے پورے کرنے ہیں اس پڑھائی سے بدرجہ بہتر ہوتا کہ وہ ایم اے اردو یا فارسی کرکے پروفیشنل بنتا اور اچھے طریقے سے پرفارم کرتا۔

سوال: اب تک کی کامیابیوں سے مطمئن ہیں؟

جواب: جی الحمدللہ۔ اس سے بڑا کرم کیا ہوگا کہ میں نے جس کام کی تمنا کی تھی وہ مل گیا، جس کام کی تھکاوٹ مانگی تھی اس کام کی تھکاوٹ مل گئی۔ جب میں ماسٹر بنا تو لوگوں نے کہا کہ ماسٹر کی معاشرے میں عزت نہیں تو میں انہیں کہتا کہ میں تو جن ماسٹروں کو جانتا ہوں ان کی بہت عزت ہے مثلاً ماسٹر اشفاق صاحب، ماسٹر واصف علی واصف، ماسٹر پروفیسر احمد رفیق، ماسٹر سید سرفراز شاہ میں نے زمانے کو ان کے سامنے جھکتے اور حکمرانوں کو ان کے دروازوں پر دیکھا ہے۔ لوگ اس ماسٹر کی بات کرتے تھے جس کا کام صرف پڑھانا ہے۔ زندگی نے مجھے بہت زیادہ دیا ہے لیکن مجھے احساس رہتا ہے کہ میں شاید حق نہیں ادا کرسکتا یہی چیز مجھے اکساتی رہتی ہے کہ مزید کرنا ہے۔ میری طبیعت میں تشفی نہیں ہے۔ ویسے بڑی چیزیں قبول کئے بیٹھا ہوں۔ فقر میں سب سے پہلے بیگم کی قبولیت شرط ہے۔ بہن بھائیوں کی قبولیت شرط ہے۔ ان حالات کی قبولیت شرط ہے جن کو آپ بدل نہیں سکتے۔ مزید کرنے کی جستجو میں تھک بھی جاتا ہوں، رو پڑتا ہوں لیکن تسلی نہیں ہوتی یہ شاید مزاج ہے جو پھر ہاتھ پھیلنے پر مجبور کرتا ہے۔ میں ایسی کامیابی سے بھی پناہ مانگتا ہوں جو وقت سے پہلے مل جائے کیونکہ وہ بڑی خطرناک ہوتی ہے۔ کوئی شخص اگر وقت سے پہلے کامیاب ہوجائے اور پھر اس کامیابی کو سنبھال نہ پائے تو بڑی خطرناک بات ہوتی ہے۔ میں نے ایسے لوگوں کو دیکھا ہے جو پچیس تیس سال کی عمر میں مصروف ہوجاتے ہیں لیکن بعد کی زندگی میں انہیں گولیاں کھاتے دیکھا ہے۔

سوال: آفیسرز کا استاد کہلوا کر کیسا لگتا ہے؟

جواب: آفیسرز کو پڑھانا شاید لوگوں کیلئے بڑی بات ہوگی میں اسے چھوڑنا چاہتا ہوں کیونکہ وہ طبقہ سیکھنا نہیں چاہتا اس لئے میں ان کیساتھ زیادہ انجوائے نہیں کرتا بلکہ نوجوانوں کیساتھ زیادہ انجوائے کرتا ہوں میں وہ شاعر ہوں جو کسی کی واہ کا محتاج ہے۔ میں وہ سازندہ ہوں جسے پیسوں کے بجائے سننے والے کی داد زیادہ اچھی لگتی ہے۔ میں تو جہاں اذان دے رہا ہوں وہاں عرصے سے اذان نہیں ہوئی۔

سوال: آپ مختلف قسم کی ٹریننگ کرواتے ہیں، کون سی ٹریننگ اچھی لگتی ہے؟

جواب: پانچ موضوعات ہیں جو میں پڑھا رہا ہوں ان میں لیڈرشپ، بی ہیویئر مینجمنٹ، اخلاقی اقدار، فیصلہ سازی اور سٹریس مینجمنٹ شامل ہیں مجھ سب سے اچھی ٹریننگ ٹیچرز ٹریننگ لگتی ہے۔

سوال: باہر سے شیلڈز ہی لاتے ہیں یا بیگم اور بچوں کیلئے تحائف بھی لاتے ہیں؟

جواب: بچوں کیلئے تحفے لاتا ہوں کیونکہ انہیں [illegible]بد کرتے ہوئے بڑی شرم آتی ہے۔ رہ گئی بیگم تو وہ راضی ہوجاتی ہے، کبھی ایک بھنے پر یا کبھی باہر کھانے پر یا کبھی ایک لپ سٹک پر۔ بیگم اور بچے میری

Scanned by CamScanner

زندگی کو سمجھ گئے ہیں میرے لئے اللہ کا ایک انعام یہ بھی ہے کہ میرا شریک سفر مجھے سمجھتا ہے۔ وہ میری ترجیحات اور میرے کام کی قدر کو سمجھتا ہے۔ بیگم سے میں نے ایک بار ہی گلہ سنا تھا باقی اللہ کا شکر ہے کہ وہ میرے کام کی قدر اور اہمیت کو سمجھتی ہیں۔ اگر ایسا نہ ہوتا تو میرے لئے کام کرنا بہت مشکل ہوتا کیونکہ کام بذات خود فرسٹریشن اور تکلیف اٹھانے کا نام ہے۔ ہر بندہ رزق کمانے گھر سے نکلتا ہے اور گھر والوں کو اندازہ نہیں ہوتا کہ بندہ باہر کیا کیا گرد چھانتا ہے۔ اگر گھر سے بھی گرم ہوا آئے تو بہت مشکل ہو جاتا ہے کیونکہ باہر تو ہے ہی گرم ہوا۔ یہ خوش بختی ہوتی ہے کہ گھر سے ہمیشہ ٹھنڈی ہوا ہی آئے۔ کہتے ہیں ناں کہ گدا نرم ہو تو وزن اٹھایا جاسکتا ہے ایسی صورت میں آپ کیلئے بہت آسانی ہو جاتی ہے اور آپ زیادہ بہتر طریقے سے پرفارم کرسکتے ہیں۔

بڑی کامیابی کی قیمت (پہلا حصہ)

بہت سے لوگ اپنی باتوں کی وضاحت کے لئے کئی بڑی شخصیات کی مثال دیتے ہیں لکھاری اپنی تحریر میں جان ڈالنے کے لئے بڑے بڑے معتبر ناموں کی مثال دیتے ہیں کسی نظریئے کی وکالت کے لئے ولائل کو اور زیادہ مضبوط بنانے کیلئے کئی عظیم ہستیوں کے ناموں کی مثالیں دی جاتی ہیں۔ لیکن قابل غور بات یہ ہے کہ مثال دینے والے بے شمار ہوتے ہیں اور مثال بننے والے بہت کم۔ یہ زندگی اور اس زندگی کے مسائل سب کے لئے یکساں ہیں۔

صاحب دانش دوسروں کے تجربات اور غور فکر سے فہم و دانش کے گہرے موتی نکال لیتے ہیں اور عام انسان زندگی کے مسائل، پریشانیوں، مشکلات اور رکاوٹوں کی نظر ہو کر گمنام ہی چلا جاتا ہے۔ کہتے ہیں بارش کے قطرے سب جگہ یکساں پڑتے ہیں لیکن نتائج مختلف نکلتے ہیں۔ کوئی بارش کا قطرہ اگر تالاب میں جا گرا تو تالاب کا حصہ بن گیا کوئی قطرہ اگر سمندر سے واصل ہوا تو سمندر بن گیا، کوئی قطرہ اگر بنجر زمین پر گرا تو زمین پھر بھی بنجر رہی۔ دھرتی بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے۔ کوئی خوش نصیب قطرہ اگر زرخیز زمین پر گرا تو کھیتیاں لہلہانے لگیں لوگوں کو اناج ملنے لگا۔ یہی بارش کا کوئی قطر اگر سانپ کے منہ میں جا گرا تو زہر بن گیا اور کوئی بہت ہی خوش نصیب قطرہ اگر سیپی کے منہ میں جا گرا تو موتی بن گیا۔ بارش ایک ہی ہے پانی ایک ہی ہے مگر بارش کا پانی وصول کرنے کے بعد خوشگوار نتیجہ اپنا اپنا نصیب ہے۔

آج ہر نوجوان زندگی میں بڑی بڑی خواہشات لئے چلتا ہے اور یہ بھول جاتا ہے کہ صرف خواہش سے بات نہیں بنتی بلکہ کہا جاتا ہے کہ بڑی کامیابی کی قیمت کے دو ہی حصے ہوتے ہیں اور دونوں حصوں کو پیشگی ادا کرنا پڑتا ہے۔ ایک کامیابی کے لئے شدید خواہش یا جنون دوسرا سخت محنت اگر کسی کے پاس ذہانت کی انتہا بھی ہو لیکن اگر وہ کچھ کرنے کی شدید خواہش نہیں رکھتا تو وہ کچھ نہیں پا سکتا دنیا کا تیز ترین اڑنے والا سپر سانک جہاز بھی بغیر ایندھن (FUEL) کے نہیں چل سکتا۔ بالکل اسی طرح کامیابی کا ایندھن سچی خواہش ہے لہو گرم رکھنے کے لئے جھپٹنا پلٹنا اور پلٹ کے جھپٹنا پڑتا ہے کا تب تقدیر بھی

Scanned by CamScanner

کامیابی ان کے مقدر میں لکھتا ہے جو کشتیاں جلا کر سفر کرتے ہیں کچھ بن جانے کا جذبہ ان کو چین نہیں لینے دیتا۔

ایک دفعہ سقراط کے پاس ایک شخص آیا اور اس نے ایک عجیب سوال کیا کہ آپ کے پاس اتنا علم ہے لوگ آپ کو پیغمبر عقل وخرد کہتے ہیں اور دنیا آپ کی دیوانی ہے یہ سارا علم یہ دانائی یہ فہم وفراست اور یہ عقل آپ نے کہاں سے پائی؟ تو سقراط نے کہا چل میرے ساتھ دریا پر کیونکہ اس سوال کا جواب میں تجھے دریا پر ہی پہنچ کر دے سکتا ہوں۔ وہ شخص اور سقراط دریا پر پہنچے۔ سقراط نے کہا اس پانی کو غور سے دیکھ اس میں تیرے سوال کا جواب ہے۔ وہ شخص غور سے پانی کی سطح کا مطالعہ کرنے لگا لیکن کچھ سمجھ نہ آیا وہ بولا مجھے تو کوئی جواب نہیں ملا۔ تو سقراط نے کہا اور غور سے دیکھ جواب صاف نظر آرہا ہے۔ اس نے آنکھیں اور پانی کے قریب کردیں اس کے ساتھ ہی سقراط نے اس کا سر زور سے پکڑ کر پانی میں ڈبو دیا۔ اس شخص کو بہت غوطے آئے اور اس نے بہت ہاتھ پاؤں مارے لیکن سقراط نے اس کا سر نہ چھوڑا جب وہ مرنے کے قریب تھا تو سقراط نے اس کے سر کو باہر نکال دیا اور کہا اب تمہیں سمجھ آئی۔ وہ شخص چیخا کہ آپ تو مجھے مارنے لگے تھے۔ سقراط بولا میں نے تو تجھے تیرے سوال کا جواب دیا تھا۔ وہ شخص بولا آپ غلط کہہ رہے ہیں آپ تو مجھے مارنے لگے تھے۔ سقراط نے کہا، اچھا مجھے یہ بتا جب تیرا سر پانی میں ڈوبا ہوا تھا تو تیری سب سے بڑی خواہش کیا تھی۔ تو وہ بولا یہ کہ میں زندہ بچ جاؤں۔ سقراط بولا جس طرح ایک مرنے والے کے پاس صرف ایک خواہش ہوتی ہے کہ میں بچ جاؤں بالکل اسی طرح میری ہر لمحے خواہش ہوتی ہے کہ میں مزید علم سیکھ لوں۔ اسی شدید خواہش کے بدلے علم ودانش اور فہم وفراست میرے گھر کی باندی ہے۔

بڑی کامیابی کی قیمت (دوسرا حصہ)

انسان اللہ تعالیٰ کی بنائی ہوئی مخلوقات میں سب سے افضل مخلوق ہے۔ بظاہر تمام انسان ایک جیسے محسوس ہوتے ہیں سب کے جسم کے اعضاء ایک جیسے ہیں لیکن ہر ایک انسان کا مزاج دوسرے سے جدا ہے۔ ہر شخص اپنے تجربات ومشاہدات کی بنا پر اپنے تصور کی آنکھوں سے دنیا کو مختلف انداز سے دیکھتا ہے۔ ایک فرد جو محسوس کرتا ہے اسی کو وہ حقیقت سمجھتا ہے دوسرے کا احساس بھی جدا اور حقیقت بھی الگ۔ کہا جاتا ہے کہ یہ دنیا مسائل اور پریشانیوں کی آماجگاہ ہے کوئی کہتا ہے کہ یہ دنیا ایک میلہ ہے اور اس میلے میں ہر کوئی اکیلا ہے۔ کسی کا نقطہ نظر یہ ہے کہ دنیا بے رحم اور بے وفا ہے کوئی مانتا ہے کہ دنیا نے کسی کو کچھ نہ دیا۔ کسی کا یقین ہے کہ یہ دنیا خوبصورت خوشیوں بھرا ایک باغ ہے۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ حقیقت کیا ہے کیونکہ ہر کسی کا تجربہ اور احساس جدا ہے اس لئے ہر ایک کے لئے حقیقت بھی مختلف ہے۔

دنیا کے انتہائی کامیاب لوگوں پر کی جانے والی ریسرچ سے یہ بات سامنے آئی ہے کہ لوگ اس

Scanned by CamScanner

دنیا کے مسائل اور رستے کی رکاوٹوں کے حوالے سے بالکل الگ تھلگ یقین اور خیال کے مالک ہوتے ہیں یہ لوگ جانتے ہیں کہ ناکامی دراصل تسلسل برقرار نہ رکھنے کی وجہ سے آتی ہے یہ لوگ زندگی کا ایک واضح مقصد منتخب کرنے کے بعد استقامت اور مستقل مزاجی کے ساتھ سخت محنت شروع کر دیتے ہیں۔ کامیاب لوگ جانتے ہیں کہ دنیا میں کوئی چیز مفت نہیں ملتی حتیٰ کہ بھیک کے لئے بھی اپنی عزت نفس مجروح کرنا پڑتی ہے۔ اسی طرح کامیابی بھی مفت نہیں ملتی اس کے لئے بھی آپ کو اس کی قیمت ادا کرنا پڑتی ہے۔ اس قیمت کا پہلا حصہ وہ جنون ہے جو آپ کو چین نہیں لینے دیتا اور کامیابی کی قیمت کا دوسرا حصہ وہ سخت محنت ہے جو آپ استقامت کے ساتھ منزل کو پانے کے لئے کرتے ہو۔ ماہرین کے مطابق اکثر لوگ باصلاحیت ہوتے ہیں اور خدا نے ان کو کئی خوبیوں سے بھی نوازا ہوتا ہے لیکن وہ محنت کے عادی نہیں ہوتے اسی وجہ سے ناکام ہو جاتے ہیں۔ یہ بھی دیکھا گیا ہے کہ محنت کرنے والے اور مستقل مزاج انسان کے پاس کامیابی کے زیادہ مواقع آتے ہیں۔ حدیث شریف میں ہے کہ جو ثابت قدم رہا خدا اس کے ساتھ ہے۔ ناکامی یہ نہیں ہے کہ بہت سی مشکلات آپ کا راستہ روکے کھڑی ہیں ناکامی کا مطلب یہ ہے کہ آپ ان کا سامنا کرنے کی ہمت کھو چکے ہیں اور میدان چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں اس لئے کہا جاتا ہے کہ

"محنتی کے سامنے پہاڑ کنکر ہے اور سست کے سامنے کنکر پہاڑ"

زیادہ بلندی پر جانے کے لئے بنیادوں کو مضبوط کرنا پڑتا ہے اور بنیادیں محنت اور مستقل مزاجی سے مضبوط ہوتی ہیں۔ آج تک دنیا کا کوئی ادارہ یا فرد قلیل مدتی ارتکاز سے کامیاب نہیں ہوا استقامت ہی کرامت پیدا کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہت طاقت ور بنایا ہے۔ انسان اگر ہمت کر کے کسی کام کی ٹھان لے تو اسے ضرور پایہ تکمیل تک پہنچا دیتا ہے انسان ناکام تب ہوتا ہے جب وہ خود کو ناکام سمجھ لیتا ہے۔ محنتی لوگوں کے لئے مشکلات آسان ہو جاتی ہیں آج نوجوان ایک دو بار کی ناکامی کے بعد ہمت ہار جاتے ہیں حالانکہ لاتعداد ناکامیوں کے بعد ہی کامیابی حاصل ہوتی ہے۔ اس لئے اگر آپ یہ یقین پختہ کر لو کہ کامیابی نے آنا ہی ناکامیوں کے بعد ہے تو مستقل مزاجی سے محنت کرنے کو دل چاہنے لگتا ہے۔

زندگی دریا کی طرح گزاریئے جو ہر رکاوٹ کو دُور کرتا ہوا نشیب و فراز سے گزرتا ہوا چٹانوں اور پتھروں سے ٹکراتا ہوا اپنی منزل کی طرف رواں دواں رہتا ہے، دریا اپنا رستہ خود بناتا ہے۔ آپ کو بھی اپنا رستہ خود بنانا چاہئے۔ مسائل کی چٹانوں سے ٹکراتے ہوئے اپنے نصب العین کی طرف بڑھتے چلے جانا چاہئے۔ غور کیجئے کہ دریا کی رفتار ہمیشہ ایک سی نہیں رہتی کبھی تند و تیز کبھی آہستہ اور کبھی پرسکون لیکن اپنی منزل کی طرف رواں دواں آگے بڑھتے ہوئے رفتار کی پرواہ مت کیجئے کیونکہ بات رفتار کی نہیں بات صرف مستقل مزاجی سے محنت کی ہے۔ چلتے چلتے خرگوش کی طرح سو مت جایئے ورنہ کوئی کچھوا آپ

Scanned by CamScanner

سے آگے نکل جائے گا۔

یہ ایک اٹل حقیقت ہے کہ مقصد جتنا بڑا ہوتا ہے قربانیاں اتنی زیادہ دینا پڑتی ہیں محنت اتنی ہی زیادہ کرنا پڑتی ہے دنیا کو سکون اور امن کی دولت دینے والے لوگ خود درد اور غم کے صحرا میں بیٹھے ہیں۔ بڑے لوگ رات جاگتے ہیں محنت کرتے ہیں عام لوگ اسی وقت میں نیند کے مزے لے رہے ہوتے ہیں۔ آپ خود بتائیے دونوں کیسے برابر ہوسکتے ہیں اور اس سے بڑا سچ کوئی نہیں کہ محنت تو گڈریئے کو بھی نادر شاہ اور تیمور لنگ کو شہنشاہ بنا دیتی ہے۔ اصول یاد رکھئے کہ 8 گھنٹے کام کرنے سے زندگی کا گزر بسر ہوسکتا ہے کامیابی کے لئے 12 یا 14 گھنٹے کام کرنا پڑتا ہے۔ اتنی دیر وہی محنت کرسکتا ہے جو کامیابی کی شدید خواہش رکھتا ہے اور مستقل مزاج ہے۔

آج کی محنت کل کا سکون ہے اور جو آج مزے میں ہے اسے کل تکلیف دہ ملے گا۔ وہ صلاحیتیں جو انسان پیدائشی لے کر آتا ہے وہ بھی محنت اور ریاض سے نکھر کر سامنے آتی ہیں۔ دنیا کے بڑے بڑے کھلاڑی، گلوکار، مقرر اور لیڈرز بھی کئی سالوں تک سخت محنت، جدوجہد اور مشق کرتے رہے تب جاکر کامیابی نے ان کے قدم چومے۔ کسی نے کیا خوب کہا ہے کہ

''اس سے بڑا کسی کے لئے اللہ تعالیٰ کا انعام نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو محنت کرنے کا جذبہ عنایت کیا ہو۔'' یعنی محنت کرنا ہی کامیابی اور خوشحالی کے مترادف ہے اسی لئے کہا جاتا ہے کہ محنت میں عظمت ہے اور عظمت مستقل مزاج انسان ہی کو ملتی ہے۔

دوسروں سے تعلق قائم رکھنے کے طریقے

انسانی فطرت ایسی ہے کہ کوئی بھی انسان تنہا زندگی بسر نہیں کرسکتا یہی وجہ ہے کہ وہ زندگی گزارنے کے لئے سماج، معاشرہ اور رشتے بناتا ہے۔ وہ رشتے جو خدا تعالیٰ نے بنا دیئے وہ خون کے رشتے ہیں جن میں ماں باپ اور بہن بھائی کا رشتہ ہے۔ باقی تمام رشتے وہ خود بناتا ہے مثلاً دوست احباب، بیوی اور محلے دار وغیرہ انسان ساری زندگی ان دو طرح کے رشتوں کو ملحوظ نگاہ رکھ کر اپنے کام کرتا ہے۔

آج کے ترقی یافتہ دور کا ایک بڑا المیہ یہ ہے کہ لوگ عام گلہ کرتے ہیں کہ غیر تو غیر یہاں اپنے بدل جاتے ہیں۔ کوئی بے وفائی کر گیا کوئی فراڈ اور دھوکہ کر گیا کوئی احسان فراموش نکلا اور کوئی صنم ہرجائی یہ تمام گلے حق بجانب لیکن ہم عام طور پر کچھ اصولوں کو نظرانداز کررہے ہوتے ہیں جن کی وجہ سے یہ مصیبتیں گلے پڑتی ہیں۔ پہلی بات یہ کہ تعلق بنانے سے پہلے خوب اچھی طرح جانچ لیا جائے کہ کوئی کیا ہے۔ اس کی فطرت، عادات اور طور طریقے کیا ہیں مگر یہ بات ضرور یاد رکھی جائے کہ کوئی بھی انسان مکمل نہیں ہر انسان اچھائیوں اور برائیوں کا مجموعہ ہے۔ لیکن جب آپ ایک بار تعلق بنالیں تو پھر اسے ساتھ چلاتے جائیں اگر کبھی یہ محسوس ہو بھی کہ وہ نااہل اور نالائق ہے تو یہ ضرور سوچیں کہ اب اس نااہل اور نالائق کے آپ ہی تو لائق اور اہل دوست ہیں اگر آپ بھی اس کا ساتھ چھوڑ گئے تو وہ تنہا رہ جائے گا۔

Scanned by CamScanner

کسی سے بھی اچھا اور مضبوط تعلق قائم رکھنے کے لئے ان باتوں کو ضرور اہمیت دیں۔

1۔ ہمیشہ تعلق خلوص کی بنیاد پر رکھیں اور خلوص سے دوسرے کا بھلا چاہیں۔

2۔ جس سے تعلق ہو اسے ہمیشہ عزت اور محبت دیں اس طرح وہ بھی آپ کو عزت دے گا۔

3۔ اپنے ساتھی کی ترجیحات کو ضرور جانیں اور اپنی ترجیحات اس کے سامنے واضح کردیں تا کہ آپ ایک دوسرے کا وقت ضائع نہ کریں۔

4۔ اگر پیسے کا لین دین ہو تو بہت واضح رکھیں۔

5۔ کسی سے احسان کی امید نہ رکھیں بلکہ دوسروں پر احسان کریں۔

6۔ اگر کسی سے بہتر تعلق رکھنا چاہتے ہیں تو اپنی توقعات اور امیدیں کم سے کم رکھیں۔

7۔ اکثر اپنے ساتھی کی جگہ آ کر سوچا کریں کہ وہ کن حالات و واقعات کا شکار ہے اور اس کا نقطہ نظر کن وجوہات کی بنا پر مختلف ہے۔

8۔ شک نہ کریں کیونکہ شک اور بدگمانی تعلق کو دیمک کی طرح چاٹ جاتی ہے۔

9۔ دوسروں کے مسائل کو جانیں اور حل کرنے کی کوشش ضرور کریں اگر حل نہیں کرسکتے تو ہمدردی ضرور رکھیں۔

10۔ اپنے ساتھیوں کو تحفے دیں اس سے پیار بڑھتا ہے۔

11۔ جب بھی ملیں مسکرائیں ہاتھ ملائیں اور گلے ملیں مسکراتا چہرہ اچھے تعلق کی علامت ہوتا ہے۔

12۔ کبھی ناراضگی ہو تو فوراً راضی کرلیں اس طرح تعلق اور مضبوط ہو جاتا ہے۔ ہمارے دین کمال اسلام کے مطابق مسلمان وہ ہے جو اپنے مسلمان بھائی کے لئے بھی وہی پسند کرے جو اپنے لئے کرتا ہے انسان دوسروں کو خوشی دے تو خوشی ہی اس کے دروازے پر دستک دیتی ہے۔

"دوست وہ ہوتا ہے جو غم کم کردے اور خوشی زیادہ"

(حضرت واصف علی واصفؒ)

آج ہی فیصلہ کریں کہ کس دوست کے غم کو کم کرنا ہے اور خوشی کو زیادہ تا کہ آپ کی طرف سے دوستی کا حق ادا ہو سکے۔

امیر یا غریب ہونے کی بنیادی وجوہات

آپ امیر ہیں یا غریب' کامیاب ہیں یا ناکام یہ سب آپ کے سوچنے کے انداز پر منحصر ہے۔ آپ کی بیرونی دنیا آپ کی اندرونی دنیا کا عکس ہے حضرت علیؓ کا قول ہے کہ "جو اپنے اندرونی حالات کو درست کرلیتا ہے خدا اس کے بیرونی حالات کو بہتر کردیتا ہے۔"

اس دنیا میں نہ کوئی امیر ہے اور نہ ہی کوئی غریب' یہ سب اپنا اپنا خیال ہے۔ خیال مغلوب اور بے کار ہو تو انسان غریب ہے اعلیٰ خیال اور سوچ آپ کو بادشاہ بنا دیتی ہے۔ اپنے سے کم درجے والے سے

Scanned by CamScanner

موازنہ کیا جائے تو آپ امیر ہیں اور اگر خود سے بڑے مرتبے والے سے موازنہ کیا جائے تو آپ ایک غریب انسان ہیں۔ غریبوں کی بستی میں متوسط کو امیر سمجھا جاتا ہے اور امیروں کی بستی میں متوسط کو غریب خیال کیا جاتا ہے۔ یعنی دوسروں سے موازنہ ہی آپ کو غریب یا امیر بناتا ہے ورنہ سب سے بڑی غربت یہ ہے کہ آپ خود کو ضرورت مند اور غریب تصور کریں۔

کامیابی کے ماہرین کی تحقیق کے مطابق خوشحال اور خوشحالی حاصل کرنے والوں کی سوچ بدحال اور بدحالی کی طرف جانے والوں سے بہت مختلف ہوتی ہے۔ اگر ہم بھی ویسا ہی سوچنے کا انداز اپنائیں تو خوشحالی اور کامیابی ہمارا مقدر بن سکتی ہے۔ FORBER T. KIYOSAKI نے طویل غور وفکر کے بعد ایک شاندار کتاب DAD POOR DAD RICH تحریر کی جس میں اس نے یہ حقیقت واضح کی کہ دولت مند اور کامیاب لوگ خوشحال اور کامیابی کے بارے میں اپنے بچوں کو کیا سکھاتے ہیں؟ جو غریب اور درمیانے طبقے کے لوگ نہیں سکھا پاتے۔ یہ کتاب امیر اور غریب کی سوچ کے تضاد کو بھی آشکار کر دیتی ہے۔ اس کتاب کے متعلق بین الاقوامی شہرت یافتہ مصنف ZIG ZIGLAR نے کہا کہ:

"اپنی معاشی حالت کو سدھارنے کے لئے آپ کو یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ یہ آپ کے مالی مستقبل FINANCIAL CAREER کو روشن بنا سکتی ہے۔"

ٹینٹ چیک آف امریکہ کے صدر SOBRAN نے اپنی رائے کا اظہار ان الفاظ میں کیا۔

"کاش میں نے یہ کتاب جوانی میں پڑھی ہوتی بلکہ بہتر ہوتا کہ میرے والدین اس کتاب کا مطالعہ کرتے۔"

مصنف کے افکار حقیقت پر مبنی ہیں ان کو ہم کچھ اس طرح ترتیب دے سکتے ہیں۔

1۔ خوشحال اور امیر لوگ اپنی زندگی کی ناکامیوں' غلطیوں اور نادانیوں کی ذمہ داری قبول کرتے ہیں اس لئے وہ ان کی اصلاح کر کے کامیاب ہو جاتے ہیں جبکہ غریب اپنی ناکامی کی داستان کا ذمہ دار حالات' واقعات' ماحول' والدین اور قسمت کو ٹھہراتا ہے وہ ان سب چیزوں کو نہیں بدل سکتا اور ناکام ہو جاتا ہے۔

"آپ خود پر اختیار رکھے بغیر دنیا پر اختیار حاصل نہیں کر سکتے دنیا فتح کرنے سے پہلے خود کو فتح کرنا پڑتا ہے۔"

2۔ امیر اور کامیاب شخص نے ہر صورت امیر اور کامیاب ہونے کا عہد کیا ہوتا ہے وہ کامیابی کے لئے جنونی ہوا ہوتا ہے جبکہ غریب لوگ صرف امیر ہونے کی خواہش رکھتے ہیں اور فقط خواہش سے کچھ حاصل نہیں ہوتا ایک مضبوط عہد اور اٹل فیصلہ آپ کو عمل اور کوشش پر اُبھارتا ہے خواہشات تو سب کے پاس ہوتی ہیں۔

Scanned by CamScanner

بے عمل دل ہو تو جذبات سے کیا ہوتا ہے
دھرتی بنجر ہو تو برسات سے کیا ہوتا ہے
ہے عمل لازمی تکمیل تمنا کے لئے
ورنہ رنگین خیالات سے کیا ہوتا ہے

یہ ایک آفاقی اصول ہے کہ جب آپ دل سے کسی چیز کو پانے کی خواہش کرتے ہو کائنات کا ذرہ ذرہ آپ کو اس سے ملانے کی سازش کرتا ہے۔

3۔ کامیاب لوگ ہر میدان میں جیتنے کی کوشش کرتے ہیں جبکہ غریب اور ناکام لوگ یہ چاہتے ہیں کہ انہیں ہار کا سامنا نہ کرنا پڑے اسی طرح لائق طالب علم اعلیٰ نمبر حاصل کرنے کا سوچتا ہے اور پوزیشن حاصل کرنے کے لئے جدوجہد کرتا ہے جبکہ نالائق صرف اور صرف پاس ہونے کے لئے کتابیں کھولتا ہے۔

4۔ امیر لوگ بہت سی دولت حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ جس سے وہ اپنی خواہشات کو پورا کریں اور من پسند زندگی گزار سکیں غریب بے چارہ عقل کا مارا صرف اتنے پیسے حاصل کرنا چاہتا ہے کہ گھر کے بل ادا ہو سکیں۔

5۔ کامیاب اور خوشحال لوگ بڑے بڑے مقاصد رکھتے ہیں اور بڑے مقاصد ان کے اندر جوش و جذبہ پیدا کر دیتے ہیں۔ وہ ان کو چین سے نہیں بیٹھنے دیتے غریب لوگ اول تو کوئی واضح مقصد حیات نہیں رکھتے اور اگر کوئی ہدف ہوتا بھی ہے تو وہ اتنا پست کہ اس میں جذباتی کیفیت نہیں پائی جاتی اور وہ مقصد ان کو عمل پر نہیں اُبھارتا۔

6۔ امیر لوگوں کو اچھے مواقع تلاش کرنے کی عادت ہوتی ہے غریب گھر بیٹھ کر قسمت کی دیوی کا انتظار کرتا ہے جو کبھی مہربان نہیں ہوتی۔

7۔ کامیاب اور امیر لوگوں کو اپنی صلاحیتوں پر مکمل یقین ہوتا ہے وہ زندگی کے مختلف مراحل میں خود کو TEST کر چکے ہوتے ہیں اس لئے وہ خود اعتماد ہوتے ہیں۔ غریب اپنی ذات کے اندر چھپے خزانے سے واقف نہیں ہوتا اس لئے وہ اپنی صلاحیتوں کو سستے داموں فروخت کر کے گزر بسر کرتا ہے۔

"اگر مال و دولت کو سب میں برابر تقسیم کر دیا جائے تو بھی تمام انسانوں کی عقل برابر نہیں ہوگی اور اگر عقل برابر ہو جائے تو کوئی کسی کا ملازم بننے پر تیار نہیں ہوگا اور کوئی کسی کو بادشاہ نہیں مانے گا۔"

8۔ دولت مند لوگوں کی توقعات بہت بڑی ہوتی ہیں اور غریب کو خوشحالی کی کوئی امید نہیں ہوتی۔ اس لئے کہا جاتا ہے کہ جس کو اچھے کی امید نہیں اس کے ساتھ یقیناً برا ہی ہوتا ہے۔

توقعات EXPECTATIONS بہت بڑی طاقت رکھتی ہیں یہ حالات کو جنم دینے میں معاون ثابت ہوتی ہیں اچھی توقع آپ کی تقدیر بدل سکتی ہے۔

Scanned by CamScanner

9۔ امیر لوگ خوشحال لوگوں کے ساتھ دوستی کرنا پسند کرتے ہیں خوشحال دوست ان کی خوشحالی کے لئے سازگار ماحول فراہم کرتا ہے اور ان کی خوشحالی کو مستحکم رکھنے کے لئے مددگار ہوتا ہے۔

غریب کے دوست بھی غریب ہوتے ہیں اور ان دوستوں کی سوچ بھی غریب ہوتی ہے پنجابی میں کہتے ہیں "عقاباں دے یار عقاب تے کاواں دے یار کاں" یعنی عقاب ایک عقاب سے ہی دوستی کرنا پسند کرتا ہے اور کوے کوؤں کے ساتھ خوش رہتے ہیں۔

10۔ امیر اور کامیاب لوگ مسائل اور رکاوٹوں سے نہیں گھبراتے وہ انہیں کامیابی کے رستے کے لئے لازم وملزوم سمجھتے ہیں۔ وہ بادمخالف سے پیار کرتے ہیں کیونکہ وہ انہیں اونچا اڑاتی ہے وہ جانتے ہیں کہ ایک پرسکون سمندر کبھی اچھا ملاح پیدا نہیں کرتا۔ غریب لوگ مسائل اور پریشانیوں سے بچنے کی کوشش کرتے ہیں اس لئے وہ کامیابی سے بھی ہمیشہ کے لئے بچ جاتے ہیں۔

11۔ خوشحال لوگ اپنی مناسب عمر سے ہی پیسے کو SAVE کرنے کے عادی ہوتے ہیں غریب اول تو پیسے کماتا ہی اتنے ہے جتنا اس کی ضروریات زندگی کے لئے ضروری ہوں لیکن اگر کبھی اس کے پاس زیادہ پیسے ہوں تو وہ انہیں فضول کاموں میں اڑا دیتا ہے اس کا کل اثاثہ غربت ہوتی ہے۔

ناکام نے سوچا کہ قطرے سے کیا بنتا ہے
کامیاب بولا قطرہ قطرہ ملے تو دریا بنتا ہے

12۔ امیر لوگ زندگی کے ابتدائی دن سخت محنت سے گزارتے ہیں اور آخری دنوں میں اپنے زندگی کے پھلوں سے لطف اندوز ہوتے ہیں غریب ساری زندگی کولہو کے بیل کی طرح محنت کرنے کا عادی ہو جاتا ہے اس نے زندگی میں ایک بار بھی غیر معمولی کوشش اور جدوجہد نہیں کی ہوتی۔

"بخارات کو پانی کے دوسرے ذرات کی نسبت زیادہ حرارت جذب کر کے اور پانی کی سطح کو پھاڑ کر باہر آنا پڑتا ہے لیکن ایک بار اس کوشش کے بعد وہ بلندی پر ہوتے ہیں۔"

اگر آپ کو سونے کی بالی پہننے کا شوق ہے تو کان میں سوراخ ضرور کروانا پڑتا ہے۔

13۔ امیر کو دولت سے دولت بنانے کے فن کی آگہی ہوتی ہے۔ غریب کا اگر کروڑوں کا بانڈ نکل آئے تو وہ چند سالوں میں اس دولت کو اجاڑ دیتا ہے اور پھر فٹ پاتھ پر ہوتا ہے اس لئے کہا جاتا ہے کہ دولت حاصل کرنا کوئی خوبی نہیں بلکہ دولت اور کامیابی کو برقرار رکھنا ایک بہت بڑی صفت ہے۔

14۔ کامیاب لوگ خود کو علم، مہارت وفن اور تعلیم کی مدد سے قیمتی بناتے ہیں غریب ہمیشہ دعویٰ کرتا ہے کہ وہ سب کچھ جانتا ہے اسے کتاب سے دوستی کی کیا ضرورت ہے۔

یاد رکھیں اس دنیا میں صرف ایک بندہ ہے جو آپ کے حالات کو بدل سکتا ہے وہ بندہ اگر چاہے تو آپ کو تاریکی سے روشنی، پستی سے بلندی، مایوسی سے خوشحالی اور ناامیدی سے کامیابی تک پہنچا سکتا ہے وہ کوئی اور نہیں آپ خود ہو۔ آپ بااختیار ہیں کہ آپ خوشحال ہوں، آپ امیر ہوں، اور آپ کامیاب

Scanned by CamScanner

ہوں اگر آپ بااختیار نہ ہوتے تو قرآن میں یہ واضح فرمان الٰہی نہ ہوتا کہ انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

کامیاب اور امیر بننے کے لئے اگر آپ کو اپنے سوچنے کا انداز بدلنا پڑے تو یہ کام اتنا مہنگا نہیں فقط آپ کو اپنی سوچ بدلنی ہے حالات بدلنے کے لئے خیالات کو بدلا جاسکتا ہے آیئے ان افکار کو اپنائیں جن کے متعلق MARK VICTOR نے یہ کہا:

"امیر بننے اور سدا امیر رہنے کے لئے یہ دانش کے فقرے آپ اور آپ کے بچوں کو جاننا بہت ضروری ہیں۔"

آپ کے لئے ایک اہم نصیحت

بادشاہ نے ایک خواب دیکھا خواب میں ایک بزرگ نے تین ایک جیسے ہیرے بادشاہ کو دیئے اور سوال کیا کہ یہ بتاؤ کہ ان تینوں میں سے کون سا ہیرا قیمتی ہے؟۔ بادشاہ جواب نہ دے پایا صبح بادشاہ نے اعلان کیا کہ جو شخص مجھے بزرگ کے سوال کا جواب دے گا میں اسے انعام واکرام سے نوازدوں گا لیکن کوئی بھی جواب نہ دے پایا کیونکہ کسی نے بھی وہ تینوں ہیرے دیکھے نہ تھے۔ رات پھر وہی خواب آیا بزرگ نے اپنا سوال دہرایا اور ساتھ یہ بھی بتادیا کہ میں نے وہ ہیرے تمہاری تجوری میں رکھ دیئے ہیں اب بتاؤ کہ تینوں میں سے کون سا ہیرا قیمتی ہے۔ بادشاہ کی آنکھ کھل گئی صبح ہونے والی تھی اس نے اپنی تجوری دیکھی تو واقعی وہاں تین ایک جیسے ہیرے پڑے تھے صبح ہوتے ہی بادشاہ نے پورے ملک سے سمجھدار جوہری طلب کئے اور انہیں یہ ہیرے دکھا کر وہی بزرگ والا سوال پیش کیا مگر کوئی جواب نہ دے پایا کیونکہ تینوں ہیرے وزن' رنگ' چمک اور حجم کے لحاظ سے بالکل ایک جیسے تھے شام تک بادشاہ بہت مایوس ہوگیا کیونکہ اس کو ڈر تھا کہ رات خواب میں بزرگ نے وہی سوال دہرانا ہے اور مجھے جواب کا علم نہیں ہوسکا۔ دربار برخواست ہونے والا تھا کہ ایک بہت دانا حکیم تشریف لے آیا اس نے کہا کہ میں یہ بتا سکتا ہوں کہ قیمتی ہیرا کون سا ہے؟ لیکن اس کے لئے ان تینوں ہیروں کو سب سے بڑے بھگوان کے پاس لے کر جانا پڑے گا۔ بادشاہ اس شرط پر متفق ہوگیا اور حکیم صاحب بادشاہ درباریوں اور تینوں ہیروں کے ہمراہ مندر میں تشریف لے گئے۔ انہوں نے پہلا ہیرا بھگوان کے کان میں پھینکا کیونکہ دونوں کانوں کے درمیان میں رستہ بنا ہوا تھا اس لئے وہ ہیرا دوسرے کان سے باہر نکل آیا۔ دوسرا ہیرا بھی اس طریقے سے پھینکا گیا وہ بھی باہر نکل آیا لیکن تیسرا ہیرا کانوں کے درمیان دماغ میں معلق ہوگیا۔ دانا حکیم فوراً بولا، یہ ہیرا سب سے زیادہ قیمتی ہے کیونکہ یہ بھگوان کے ذہن میں سما گیا۔

ہر بات' ہر قول' ہر رائے اور ہر فرمان بہت قیمتی ہوتا ہے لیکن آپ کے لئے وہی نصیحت قیمتی ہے جو آپ کے ذہن میں سما جائے اور اس طرح سما جائے کہ آپ اس پر عمل کرنے پر مجبور ہو جائیں۔ دنیا میں سب سے زیادہ کیا جانے والا آسان کام نصیحت ہے اور سب سے مشکل کام نصیحت پر عمل کرنا ہے۔

Scanned by CamScanner

نصیحت آسانی سے ہر جگہ ہر وقت ہر کسی سے مفت مل جاتی ہے لوگ جس کمال کی نصیحتیں دوسروں کو کرتے ہیں اگر خود اس پر عمل پیرا ہوں تو دنیا کیا سے کیا بن جائے۔ جس طرح ہر کوئی نصیحت کرنے کا عادی ہے ہم بھی نصیحت سننے کے عادی ہو چکے ہیں۔ بچپن سے یہ نصیحتیں کی جاتی ہیں کہ محنت کرو محنت میں عظمت ہے ایمان داری بہت ضروری ہے نماز کے بہت فائدے ہیں جھوٹ بولنا بری بات ہے وغیرہ۔ اتنے عرصے سے ان نصیحتوں کو سننے کا نتیجہ یہ نکلا ہے کہ ہم سب کو پتہ ہے کہ محنت میں عظمت ہے لیکن آج کتنے لوگ محنتی ہیں؟ دنیا سست اور جاہل لوگوں سے بھری پڑی ہے۔ ایمان داری کے بہت سے فائدے ہمیں پتا ہیں لیکن ایمانداری کا رستہ اختیار کرنا بہت مشکل لگتا ہے۔ سب کو پتا ہے کہ نماز فرض ہے قرآن میں جگہ جگہ نماز کے متعلق احکام موجود ہیں لیکن نماز کے متعلق اتنا جاننے کے باوجود بھی ہر کوئی نمازی نہیں۔ جھوٹ بُری بلا ہے سب جانتے ہیں کہ ایک جھوٹ چھپانے کے لئے سو جھوٹ بولنا پڑتے ہیں جھوٹ کے حوالے سے دو آیات اور تین احادیث بھی سب کو یاد ہیں مگر آج سچے کہاں چلے گئے۔ اس لئے یہ ساری نصیحتیں کتابی باتیں معلوم ہوتی ہیں اور ہم فقط یہ کہہ کر خوش ہوتے رہتے ہیں کہ

KNOWLEDGE IS A POWER

حالانکہ درست فقرہ ہے

IMPLEMENTATION OF KNOWLEDGE IS A POWER

صرف علم بڑھانے اور نصیحتیں سننے سے بات نہیں بنتی بلکہ عمل کرنے سے ہی دنیا بدلتی ہے خوش نصیبی یہ ہوتی ہے کہ ایک انسان کے پاس جتنا علم ہے اتنا ہی عمل بھی ہو۔

نصیحت تب مؤثر ہوتی ہے جب نصیحت کرنے والا آپ سے مخلص ہو۔ وہ اپنے علم کا رُعب نہ ڈالے بلکہ وہ اپنے علم کو بھی عاجزی اور اخلاص سے پیش کرے وہ شخص جو آپ کو (INSPIRE) نہیں کرتا اس کی نصیحت آپ پر کبھی اثر نہیں کرے گی۔ اگر ڈاکٹر پر بھی آپ کو یقین نہ ہو اور آپ اس کی تشخیص کے طریقہ کار سے متاثر نہ ہوں تو اس کے ہاتھ کا لکھا ہوا بہترین نسخہ بھی آپ کو فائدہ نہیں دے سکتا۔ ہماری نئی نسل مسجد کے مولوی صاحب سے متاثر نہیں ہوتی کیونکہ ملا حضرات کی زندگی کے بے شمار گوشے کمزوریوں کا شکار ہوتے ہیں مالی طور پر مولوی صاحب مضبوط نہیں ہوتے اس لئے صدقہ وزکوٰۃ اور سپارے پڑھا کر گھر کا انتظام و انصرام چلتا ہے۔ آج کا نوجوان MODERN تعلیم اور جدید انداز کا قائل ہے اسے مولوی صاحب کی بجائے کوئی دوسرے شعبوں میں کامیاب ہونے والی شخصیت زیادہ متاثر کرتی ہے اس کی عملی مثال یہ ہے کہ جیسے ہی جمعہ کا خطبہ ختم ہوتا ہے لوگ صرف نماز کے لئے مسجد کا رخ کرتے ہیں بہترین مذہب کو پیش کرنے کے لئے خوب سیرت، ذہین، جدید تعلیم اور موجودہ دور کے تقاضوں سے آشنا لوگوں کی ضرورت ہے۔

نصیحت تب زیادہ کارگر ثابت ہوتی ہے جب نصیحت سننے والے کو نصیحت سننے کا شوق ہو کیونکہ سننے

Scanned by CamScanner

والے کا شوق بولنے والے کی زبان کو طاقت دیتا ہے۔ اس کے لئے یہ دیکھا جائے کہ کس کو کس چیز کی ضرورت ہے لوگ روٹی کا تقاضا کریں اور آپ ان کو کلمہ پڑھانے پر لگا دیں یہ کہاں کی سمجھ داری ہے نصیحت کرنے والے کے لئے بہتر ہے کہ وہ تنقید اور طنز نہ کرے بلکہ محبت کرے عزت دے، تعریف کرے اور خیر خواہی ظاہر کرے۔ مخلص دوست آپ کی تعریف بھری محفل میں کرے گا اور آپ کی خامی آپ کو تنہائی میں بتائے گا۔ اس شخص کی نصیحت کبھی اثر نہیں کرتی جو خود اس پر عمل نہ کر رہا ہو۔ کہتے ہیں ایک ماں اپنے بچے کو نبی پاکؐ کے پاس لے کر گئی اور عرض کی کہ میرا بچہ گُڑ بہت کھاتا ہے اس کو منع کریں کہ یہ گُڑ کھانا چھوڑ دے۔ نبی پاکؐ نے فرمایا کہ کل میرے پاس آنا یہ کام میں کل کروں گا۔ اگلے روز نبی پاکؐ نے بچے کو نصیحت کی اور بچہ گُڑ کھانا چھوڑ گیا۔ ایک صحابیؓ نے بعد میں پوچھا کہ آپؐ نے پہلے دن منع کیوں نہ کیا اس میں کیا حکمت کارفرما تھی۔ نبی پاکؐ نے فرمایا کہ اس روز میں نے خود گُڑ کھایا ہوا تھا۔

کوئی انسان مکمل نہیں ہر ایک کو نصیحت اور مشورے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ لیکن آپ کو یہ ضرور جان لینا چاہیئے کہ ہر شخص مشورہ دینے کے قابل نہیں ہوتا۔ بے وقوف دوست چاہے جتنا مرضی مخلص ہو اس سے مشورہ کبھی نہ لیں۔ کوئی صاحب دانش اور عقل سمجھ کا بادشاہ آپ کا رشتے دار ہے لیکن اگر وہ

Scanned by CamScanner

آپ سے مخلص نہیں تو اس کی نصیحت بھی زہر قاتل ہے۔ آپ کے لئے ایک اہم نصیحت یہ ہے کہ نصیحت ہمیشہ دانا اور مخلص انسان سے حاصل کریں جو آپ کا خیر خواہ ہو اور آپ اس پر مکمل یقین اور اعتماد رکھتے ہوں۔

من کی باتیں

آج کے دور میں سچا اور کامل گرو (استاد) کہاں سے ملتا ہے۔ یہ باتیں، قصے کہانیوں میں ہی بھلی معلوم ہوتی ہیں ہمارے بزرگ اس رائے پر یقین نہیں رکھتے ان کے مطابق ایک سچا شخص ہی سچے کی تلاش کر سکتا ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ آپ کی سچی طلب ہی آپ کو سچ اور حق سے آشنا کراتی ہے۔ وہ کہتے ہیں دراصل ہمیں کسی گرو کی حقیقی تلاش نہیں ہوتی بلکہ ہمیں کوئی کام ہوتا ہے جو ہم اس گرو سے نکلوانا چاہتے ہیں اس لئے کسی چھوٹے موٹے کام کے لئے سچے گرو کی کیا ضرورت اور وہ گرو ہی کیا جو آپ کو ملنے کے بعد آپ کے دو ٹکے کے کام پر جت جائے۔ اگر وہ حال میں ملے تو ماضی بھلا دیتا ہے اور مستقبل سنوار دیتا ہے۔ گرو بتاتا ہے کہ مستقبل بھی کوئی مقام نہیں ہے کہ جہاں ہم جا رہے ہیں، مستقبل تو ہم خود تخلیق کرتے ہیں گرو یہ بات منوا لیتا ہے کہ راستے پائے نہیں جاتے بلکہ بنائے جاتے ہیں۔ گرو کے ملنے کے بعد آپ جان جاتے ہیں کہ غربت اور دولت مندی دونوں ہی سوچ کی پیداوار ہیں لیکن میرا سوال ہمیشہ ہی ہوتا ہے کہ ہمیں اتنی پیچیدگی کیوں محسوس ہوتی ہے تو ہمارے بزرگ فرماتے ہیں کہ خدا نے تو ہمیں سیدھا سادہ بنایا تھا، ہم نے ہی خود کو بے حد پیچیدہ بنا لیا ہے۔ بابا جی آخر ہم منزل پر کیوں نہیں پہنچتے؟ اس سوال کو سن کر وہ تھوڑی دیر کی خاموشی اختیار کرتے ہیں اور یہ راز افشا کر دیتے ہیں کہ دس قدم آگے اور دس قدم پیچھے۔ چلنے والا آخر وہیں موجود ہوتا ہے جہاں سے اس نے سفر کی ابتداء کی ہوتی ہے۔ اگر کوئی پریشان چہرہ لے کر ہمارے بزرگوں سے یہ پوچھ ہی لیتا ہے کہ مجھے کسی جگہ سکون نہیں ملتا تو بابا جی گرج دار آواز میں کہتے ہیں کہ بیٹا سکون تجھے کہاں سے ملے تیرے اندر بے سکونی کا سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہے۔ کیونکہ ہمارے گرد و پیش کے حالات کا دارومدار اس امر پر ہے کہ ہمارے اندر کیا ہے۔ ایک دن میں تھکا ہارا بابا جی کے حضور پیش ہوا اور سوال کیا کہ راستے میں رکاوٹیں بہت ہیں اس کے لئے ہم کیا کریں؟ بابا جی فرمانے لگے، اچھے راستے میں رکاوٹیں زیادہ ہوتی ہیں اگر رکاوٹیں کم ہوں تو وہ اچھا راستہ بھی نہیں ہوتا ہے۔ باقی ہمارے ذہن کے سامنے کوئی رکاوٹ نہیں ہوتی سوائے اس کے جسے ہم رکاوٹ مان لیتے ہیں۔ کسی دانش ور نے اس بات کی وضاحت چاہی کہ کامیاب زندگی کا دارومدار کس بات پر ہے؟ اور ساتھ درخواست کی کہ جواب تفصیل سے عنایت فرمائیں۔ محترم بزرگ جلالی انداز میں گویا ہوئے کہ جو بات ہے ہی مختصر اسے میں تفصیل میں کیسے بیان کروں اور بتایا کہ کامیاب زندگی کا دارومدار اس بات پر ہے کہ تم بچوں کے ساتھ کتنی شفقت، برتتے ہو، بوڑھوں کی کتنی خدمت کرتے ہو، مصیبت زدوں سے کتنی ہمدردی کرتے ہو اور کمزوروں کے ساتھ کتنا درگزر سے کام

لیتے ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ تم زندگی میں کبھی نہ کبھی ان سارے مراحل سے گزرو گے۔ ایک دن فرمانے لگے کہ کیا تمہیں معلوم ہے کہ اچھا استاد ہمیشہ زندہ کیوں رہتا ہے؟ سب نے کوئی خاص جواب نہ دیا تو کہنے لگے کہ جس انسان کی تربیت دوسروں کو فائدہ دینے لگے وہ کیسے مر سکتا ہے۔ پھر جلالی انداز میں بولے اس انسان کو مت ڈبوؤ جس نے تمہیں تیرنا سکھایا۔ جس انسان سے تم نے کاروبار کے اصول سیکھے اس کے مقابلے میں کاروبار مت کرو کیونکہ کاروبار تو شاید خوب چلے لیکن اس میں خیر و برکت شامل نہیں ہوگی۔ بچوں کی تربیت کے حوالے سے ارشاد فرمایا کہ جب والدین بچوں کے لئے بہت کچھ کرتے ہیں تو بچے اپنے لئے کچھ بھی نہیں کرتے۔ اس لئے بچوں کو قیمتی بنانے کیلئے ذمہ دار بناؤ۔ ایک دن ہمارا سوال تھا کہ کچھ لوگ ہمارے لئے بہت کچھ کرتے ہیں ہم ان کے احسانات کا جواب کیسے دیں؟ فرمانے لگے محسن وہ ہوتا ہے جس کے احسانات واپس نہ اتارے جاسکیں لیکن اگر زیادہ ہی دل مائل ہو کہ احسانات کا جواب دینا ہے تو وہ آسانیاں جو آپ تک آپ کے محسنوں نے پہنچائیں انہیں امانت جان کر دوسروں تک پہنچانا شروع کرو۔ نوجوان نے سوال کیا کہ ہم اتنی بے بسی کی زندگی کیوں گزار رہے ہیں؟ فرمانے لگے کہ بے بس تھوڑے ہو' تم جو کچھ کرنے کے اہل ہو اگر کرو تو تم خود حیران رہ جاؤ بس مسئلہ ایک ہے کہ تمہیں خبر ہی نہیں کہ تم کیا کچھ کر سکتے ہو۔

ناامیدی کے اس دور میں امید کے چراغ روشن کرنا بڑی بات ہے اسی لئے دانائی شاید کسی دانا کی تابع داری سے ملتی ہے۔ ان من کی باتوں کو جان کر ہم نے سچے گرو کی تلاش چھوڑ دی تو سچی طلب کی تلاش شروع کر دی کیونکہ سچ کی تلاش کوئی سچا ہی کر سکتا ہے۔

خوش رہنے کا فن

کون خوش نہیں رہنا چاہتا لیکن خوش رہنے کے فن سے ناآشنا ہونے کی وجہ سے لوگ خوشیاں نہیں سمیٹ پاتے۔ خلیل جبران کہتا ہے کہ "ہر حال میں خوش رہا جاسکتا ہے اور اگر تم نے ہر حال میں خوش رہنے کا فن سیکھ لیا ہے تو یقین کر لو کہ تم نے زندگی کا سب سے بڑا فن سیکھ لیا ہے۔" خوش رہنا پریشان رہنے سے زیادہ آسان ہے لیکن اس کو سیکھنے سے پہلے آپ کو ان وجوہات کا علم ہونا چاہئے جن کی وجہ سے لوگ عموماً ناخوش رہتے ہیں۔

1۔ انسان خوش نہیں رہ سکتا جب اسے وہ کچھ مل رہا ہو جو وہ چاہتا نہیں اور وہ کچھ نہ مل رہا ہو جو وہ چاہتا ہے۔

2۔ دوسروں میں دلچسپی نہ لینے والا خوش نہیں رہ سکتا۔

3۔ خوشی تمنا سے نہیں ملتی بلکہ یہ تو بانٹنے سے ملتی ہے۔

4۔ دوسروں سے یادہ توقعات وابستہ کرنے والا خوش نہیں رہ سکتا۔

5۔ وہ خوش نہیں رہ سکتا جو کسی شرط (CONDITION) کی بنیاد پر خوش ہے مثلاً اگر مجھے فلاں

Scanned by CamScanner

چیز ملی تو میں خوش ہوں گا۔

6۔ وہ لوگ جو چھوٹی چھوٹی باتوں کو بہت بڑا کرنے کے عادی ہوتے ہیں وہ کبھی خوش نہیں ہوسکتے کیونکہ چھوٹی باتیں چھوٹے دماغوں کو پریشان کرتی ہیں۔

7۔ ہر چیز اور ہر کام میں غلطیاں تلاش کرنے والا بھی مطمئن نہیں ہوسکتا۔

8۔ وہ شخص کبھی خوش نہیں ہوسکتا جس کے رویئے میں لچک نہ ہو۔

9۔ فارغ رہنے والا اور بے مقصد زندگی گزارنے والا اطمینان اور سکون نہیں پاسکتا ان وجوہات پر غور کریں کہ آپ کس وجہ سے ناخوش ہیں یہ یاد رکھیں کہ آپ کا خوش رہنا بہت ضروری ہے کیونکہ لوگ اس انسان کو پسند کرتے ہیں جو خوش رہتا ہے جب آپ خوش ہوں گے تو آپ دوسروں کے ساتھ مہربان اور ہمدرد ہوں گے۔ آپ کا رویہ مثبت ہوگا۔ آپ دوسروں میں خوشی تب ہی پھیلا سکتے جب آپ خود خوش ہوں۔

"دل کا مضبوط قلعہ بھی تلوار کی طاقت سے فتح نہیں ہوتا اس کے لئے بھی مسکراہٹ چاہئے۔"

آپ کے خوش رہنے سے آپ کا دوسروں پر (IMPRESSION) تاثر اچھا پڑے گا اور آپ کے روابط وسیع ہوں گے۔ آپ کی مسکراہٹ آپ کی صحت کو بہتر بنانے کا موجب بنتی ہے۔ خوش باش انسان پریشان انسان سے لمبی عمر پاتا ہے خوش لوگ دل کے مریض نہیں بنتے کیونکہ خوش لوگ تو دوسروں کے دل جیتنے کے فن کو پا چکے ہوتے ہیں۔ آپؐ نے مسکراہٹ کو صدقہ قرار دیا ہے خوش رہنے سے آپ کے دل کی کدورت ونفرت ختم ہوجاتی ہے۔

"اگر تم ہنستے ہو تو ساری دنیا تمہارے ساتھ ہنستی ہے لیکن اگر تم روتے ہو تو یہ کام تمہیں اکیلے ہی کرنا پڑے گا۔" (بیکن)

دنیا کے عظیم ترین لوگ بُرے سے بُرے حالات میں بھی چہرے پر مسکراہٹ رکھتے رہے۔ خوش رہنے والا اگر دکان کھول لے تو وہ دکان اس دکان سے زیادہ چلتی ہے جس کا دکاندار ہر وقت پریشانی چہرے پر سجائے بیٹھا رہتا ہے۔ آج کسی کو سب سے سستا اور نایاب تحفہ دینا ہو تو ایک پرخلوص مسکراہٹ دے دیجئے مسکرانے کے لئے کوئی وجہ تلاش کرنے کی ضرورت نہیں۔ اگر آپ خوش نہیں ہیں تو یہ سوچئے کہ آج کا دن کسی انجان کے لئے شاید کتنی خوشیاں لے کر آیا ہوگا۔ اس نامعلوم کی خوشیوں میں شریک ہونے کے لئے مسکرایا جاسکتا ہے۔ آپ کی مسکراہٹ محبت اور امید بانٹتی ہے خوش رہنے کے آسان نسخے پیش خدمت ہیں۔

1۔ اپنے پسندیدہ کاموں (FAVOURITE ACTIVITIES) کی لسٹ بنائیں اور ان کاموں میں خود کو مصروف رکھیں۔ مصروفیت پریشانی کو ختم کردیتی ہے۔

2۔ دوسروں کی غلطیوں کو نظرانداز کرنے کی عادت اپنائیں۔ یاد رکھیں کہ خدا تعالیٰ اس کو معاف

Scanned by CamScanner

کر دے گا جو دوسروں کو معاف کر دیتا ہے۔

3۔ دوسروں کا شکریہ ادا کریں اور ان کے احسان مند رہیں لیکن ان سے شکریئے اور احسان مندی کی توقع لگانی چھوڑ دیں۔

4۔ ہمیں ہر چیز نہیں مل سکتی اور ہماری ہر خواہش بھی پوری نہیں ہو سکتی کیونکہ یہ دنیا کسی ایک کی ملکیت نہیں ہے۔

5۔ اکثر لوگ یہ نہیں سوچتے کہ ان کے پاس کیا کچھ ہے وہ رحمتوں کو شمار کرنے کے بجائے زحمتوں کو شمار کرتے ہیں۔ آپ خدا تعالیٰ کی مہربانیوں کو شمار کریں زندگی میں جو کچھ حاصل ہوا ہے وہ نظروں کے سامنے رکھیں اور محرومیوں کو بھول جائیں۔

6۔ اللہ تعالیٰ کا دل سے شکر ادا کیا کریں اس کے شکر کا بہترین طریقہ یہ ہے کہ جن صفات اور خوبیوں سے اس نے آپ کو نوازا ہے وہ اس مالک کے رستے میں لگانے کے متعلق سوچئے۔

7۔ یاد رکھیں چیزیں اتنی بُری بھی نہیں ہوتیں جتنا ہم انہیں بُرا سمجھتے ہیں کانٹے اور پھول ایک ہی پودے پر لگتے ہیں۔

8۔ دوسروں میں دلچسپی لیں۔ ان کے مشاغل کی تعریف کریں دوسروں میں خوشیاں بانٹیں اس طرح دوسرے آپ کی خوشی کا باعث بننے لگیں گے۔

9۔ زندگی کا مقصد ہمیشہ اپنے سامنے رکھیں یہ دیکھیں کہ آپ کی پریشانی آپ کے مقصد حیات میں رکاوٹ بن رہی ہے اس لئے خوش رہنا شروع کر دیں۔

10۔ ماضی کے غم اور پریشانیاں آپ کی یادداشت میں محفوظ ہیں ان کو بھلا دیں یہ ناخوشی کا سبب بنتی ہیں ان کی جگہ خوشگوار یادوں کو ذہن میں جگہ دیں۔

جن لوگوں کو ہم نے اپنی موت کا غم دے کر جانا ہے کیوں نہ ان کو زندگی میں کوئی خوشی دی جائے۔ (حضرت واصف علی واصفؒ)

کوئی ایسا دوست جس کو آپ مسکراتا ہوا دیکھیں تو آپ کو بھی خوشی ہوتی ہے اس کو ہمیشہ اپنے تصور میں مسکراتا ہوا ہی دیکھیں اس طرح آپ کا چہرہ بھی کھل اٹھے گا۔

قرآن میں رب تعالیٰ فرماتا ہے کہ میری رحمت سے ناامید نہ ہونا پر امید لوگ ہمیشہ خوش رہتے ہیں۔ آپ بھی اللہ کی رحمت اور فضل کی امید وابستہ کریں۔ وہ آپ کو سکون و اطمینان سے مالا مال کر دے گا۔ آخری بات یہ کہ یاد رکھیں ہم لوگوں کا مقدر نہیں بدل سکتے ہم انہیں مال و دولت بھی نہیں دے سکتے اور نہ ہی ہم بیماروں کو صحت دے سکتے ہیں لیکن ان زندگی کے ماروں اور بے چاروں کو مسکرا کر مسکراہٹ ضرور دے سکتے ہیں چلیں سارے کام چھوڑیں اور تھوڑا سا مسکرا دیں۔

Scanned by CamScanner